OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 www.arjish.com ISSN (PRINT): 2707-1200
DOI: https://doi.org/10.53575/u3.v6.01(22)22-29

عبدالستار دلوی کی کتاب، ''دوزبانیں دوادب-ایک تجزیہ"

Abdul Sattar Dalvi's book, "Do Zubanain Do Adab – An Analysis”

Afifa Naveed
Ph.D Urdu Scholar.

Dr. Sadaf Naqvi
Assistant Professor of Urdu, GCWUF.

Received on: 05-01-2022 Accepted on: 05-02-2022

Abstract

This article is written on Abdul Sattar Dalvi's book Do Zubanain Do Adab (Urdu-Hindi Perspective). Which he wrote in response to Gyan Chand Jain's book "Ek Bhasha Do Lakhawat Do Adab". Jain's view is that Urdu is not a separate language. Rather, it is actually Hindi, which Muslims have written in Arabic or Persian script. Abdul Sattar Dalvi proves the separate status of Urdu language with arguments. Jains prove the orthodoxy of Hindi over Urdu by lying, while Dalvi, on the other hand, proves the orthodoxy of Urdu over Hindi in the light of historical facts and evidence and in the light of the views of various experts. The relationship between Urdu and Hindi presents the separate linguistic structure of two languages in the context of their socio-linguistic lessons. By conscious effort when languages are purified from the words of another language, so artificiality is created. Jains prove the influence of Arabic and Persian effects on Urdu language linguistically and culturally. Dalvi attributes the effects of India's mixed culture to the profound influences of the Ganga-Jamni civilization. In the current political scenario of India, Jains promote negative things. Dalvi considers it necessary to promote positive things so that political, socio-linguistic harmony can be created and fascist forces can be stopped.

Keywords: Social Context, Linguistics, Urdu, Hindi, Culture, Style.

عبدالستار دلوی کی کتاب، '' دوزبانیں دوادب " اردو کے نامور محقق اور ادیب پروفیسر گیان چند جین کی آخری کتاب "ایک بھاشا دو لکھاوٹ، دوادب" کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے۔ ہر باب تحقیق کا اعلیٰ معیار رکھتا ہے اور تحقیق کے جدید طریقہ کار کے اعتبار سے اردو ادب میں گراں قدر اضافہ کے علاوہ مصنف کے تبحرِ علمی کا بھی غماز ہے۔ یہ کتاب اردو ادب کے طالب علموں اور محققین کے لئے اصول تحقیق اور علم لسانیات کے سلسلے میں رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ پروفیسر گیان چند جین نے اردو زبان کے وجود کو الگ حیثیت دینے سے انکار کیا ہے۔ کہ اردو زبان کا الگ کوئی وجود نہیں ہے وہ ہندی ہی ہے اس کا مدلل جواب صرف عبدالستار دلوی ہی نے دیا اور ان کے دلائل کو کوئی رد نہ کر سکا۔

عبدالستار دلوی اور گیان چند جین کا باہمی تعلق دوستانہ تھا اردو ادب کے حوالے سے دونوں کی دلچسپی باہمی لگاؤ کا سبب بنی۔ گیان چند جین نے اردو ادب سے دلی تعلق کے باوجود اردو زبان کے بارے میں جس مخاصمت کا اظہار کیا ادبی حلقوں نے اس پر شدید ردِّ عمل کا اظہار کیا اردو ادب کے نامور دانشوروں اور ادیبوں نے اس ضمن میں بے لاگ تبصرے کیے۔ گیان چند جین کی کتاب 2005 میں شائع ہوئی اور 2006ء میں منظرِ عام پر آئی۔ جب اردو ادب کے حلقوں نے اس کا مطالعہ کیا تو شدید ردِّ عمل سامنے آیا اردو ادب کے نامور دانشوروں اور ادیبوں نے اس پر تبصرے کئے۔ اس سلسلے میں شمس الرحمان فاروقی کا تبصرہ بڑا مفصّل اور مدلل ہونے کی وجہ سے اہمیت کا حامل ہے۔ جناب عبدالقدیر صاحب نے انتہائی دروں بینی کے ساتھ متوازن تبصرہ لکھا جو حیدر آباد کے روزنامے "منصف" میں شائع ہوا۔

پروفیسر مرزا خلیل بیگ (پروفیسر لسانیات) شعبہ لسانیات میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے لکھا جو قومی آواز، لکھنؤ میں 26 ستمبر تا 5 اکتوبر 2006 آٹھ قسطوں میں شائع ہوا۔

"جس میں متوازن اور علمی ادوار سے جین کے گمراہ کن فرمودات کا مدلل جواب دیا گیا ہے۔"(1)

گیان چند جین کی کتاب "ایک بھاشا دو لکھاوٹ، دو ادب" کے حوالے سے اطہر رضوی لکھتے ہیں

"(یہ کتاب) دروغ نویسی، عصبیت آمیز شرارت کا مجموعہ ہے۔"(2)

اطہر رضوی جین سے بڑی عقیدت و محبت رکھتے تھے اور انہیں اکثر بین الاقوامی سیمیناروں میں مدعو کرتے تھے۔ مگر جین کی اس کتاب کے بعد ان کی عقیدت و احترام کے جذبات تبدیل ہو گئے اور انہوں نے اس کا اظہار اپنے مقالے میں کیا۔ عبدالستار دلوی بھی جین کی کتاب پر تبصرہ کر سکتے تھے لیکن یہ عام طور پر مختصر ہوتا ہے اور کسی رسالے یا میگزین کے لئے لکھا جاتا ہے انہوں نے اردو ادب کے تاریخی پسِ منظر کے ساتھ دورِ جدید تک کے تہذیبی سماجی سیاق کو بھی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس لئے انہوں نے "دو زبانیں دو ادب" تحریر کر کے جین کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے:

"پہلے باب میں تاریخی پسِ منظر میں اور لسانیات کے مسلمہ اصولوں کی روشنی میں اردو اور ہندی دونوں زبانوں کی ابتداء، نشوونما اور ارتقاء کا معروضی مطالعہ کیا گیا ہے۔ تاریخی حقائق اور شواہد کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اردو ہندوستان کی زبان ہے اور اس کی بنیاد ابھرنش بولی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کے دو تہائی الفاظ کی اصل ہندوستانی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس سلسلے میں جین کے مفروضات انتہائی گمراہ کن ہیں۔ یہ حقیقت بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ اردو کے ادیبوں اور شاعروں میں بے شمار ہندوؤں، سکھوں، عیسائیوں اور پارسیوں کے نام شامل ہیں۔"(3)

دلوی اس حقیقت کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں کہ پہلے گیان چند جین بھی یہ خیالات رکھتا تھا۔ ان کو بھی اس بات پر فخر ہوتا تھا کہ ان کے اسلاف اور ان کے بڑے بھائی پر کاش مونس اردو کے شاعر اور ادیب ہیں۔ اس لیے یہ بات اور بھی حیران کن ہے کہ تمام عمر اردو کے استاد کی حیثیت سے کام کیا اور آخری عمر میں اردو کے دشمن بن گئے۔ اور پریم چند کے بیٹے امرت رائے کی کتاب "A House Divided"

میں پیش کئے گئے نظریات جو تنگ نظری اور لسانی عصبیت کی افسوسناک مثال ہیں کی پیروی کرنے لگے کہ اردو کوئی علیحدہ زبان نہیں ہے بلکہ وہ دراصل ہندی ہی ہے۔ جس کو مسلمانوں نے عربی یا فارسی رسم الخط میں لکھ کر ایک دوسرا اور مختلف ادب پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ دلوی اس نظریہ کو رد کرتے ہیں۔

آزادی سے قبل انگریز اپنے عہدِ حکومت کو استحکام دینے کے لئے اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان کبھی مذہب کی خلیج حائل کرتے تھے اور کبھی انہیں زبان کے نام پر تقسیم کرتے تھے۔ تاکہ مقامی آزادی کو مختلف جھگڑوں میں الجھا کر اپنے اقتدار کو طول دے سکیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ 1923 میں (T.W.Holdereness) ٹی۔ڈبلیو ہولڈرینس نے اپنی کتاب ’’People and problem of India‘‘ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو الگ الگ قوم قرار دیا ہے۔ پہلے ساورکر نے اور پھر گوالکر نے (T.W.Holdereness) ٹی۔ڈبلیو ہولڈرینس کی تائید میں ہندو مسلم دو مختلف قومیں ہیں اور ہندوستان ہندوؤں کا ہے۔ مسلمانوں کے لئے ہندوستان کی حیثیت سرائے کی سی ہے۔ گیان چند جین بھی ساورکر اور گوالکر سے متفق ہیں اور کہتے ہیں کہ ملک کی تقسیم کے ساتھ مسلمانوں کو یہاں سے چلا جانا چاہیے تھا۔ لیکن وہ ملک کے بڑے حصّے میں آباد رہے اور اس کا نفسیاتی اثر دونوں طبقوں پر ہوا۔

ہندوستان میں بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کی بہت سی درگاہیں اور مزارات موجود ہیں۔ جہاں ہندو مسلم بغیر کسی تفریق کے عقیدت و احترام سے ان درگاہوں پر جاتے ہیں۔ جین کو اس بات پر بھی اعتراض تھا کہ ہندو ادیب اور شاعر جو حمد، نعت، منقبت اور مراثی لکھتے ہیں تو وہ ان کے عقائد اور مسلک کو بھی قبول کر لیں حالانکہ ایسا تو دونوں اقوام کے باہمی ربط کا نتیجہ ہے، مسلم علماء اور دانشور بھی ہندو راہنماؤں کی تعریف و توصیف کرتے ہیں اور اس کی مثالیں عام ہیں، مثلاً نظیر اکبر آبادی نے رام لچھمن، ہولی، دیوالی جیسے موضوعات پر نظمیں لکھی ہیں۔ اقبال نے رام، گرونانک، وشوامتر، بھرتری ہری، سوامی، رام پیرتھ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ مولانا حسرت موہانی تو کرشن میلے میں شرکت بھی کرتے تھے اور ان کی شان میں رطب اللسان بھی رہتے تھے، بہت سے ہندو لکھاری بھی اردو زبان میں تصنیف و تالیف کے کام کو پسند کرتے تھے۔ پریم چند کو پریم چند اردو زبان نے ہی بنایا۔ برج موہن دتاتریہ کیفی، مولوی عبدالحق کے پرانے ساتھی تھے اور انجمن ترقی اردو کے کاموں میں ان کی مدد کے لئے ان کے ساتھ ہی کراچی آ گئے تھے۔

ماہر لسانیات گیریئرسن نے اردو اور ہندی کو کھڑی بولی کے دو مختلف روپ کہا ہے۔ دلوی نے کئی اور ماہرین لسانیات کے حوالوں سے اردو اور ہندی کے رشتے نیز ان کے سماجی و لسانی سیاق کے تناظر میں دونوں زبانوں کو جداگانہ لسانی ساخت کے طور پر پیش کیا ہے۔

دلوی نہایت مدلل انداز میں زبانوں کے مطالعے میں ایک بنیادی اصول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"زبانوں کا مطالعہ جزئیات کے اعتبار سے نہیں بلکہ کل کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔ اردو کو وسیع لسانی پسِ منظر میں دیکھنا ضروری ہے۔ زبان کے تہذیبی پہلو، لسانی آداب، رسم الخط اور ادب زبانوں کے لاینفک اجزاء ہیں۔ اور ان سے کل کا تصور قائم ہوتا ہے۔ محض ایک جز یعنی توضیحی لسانیات یا جملے کی قواعدی ساخت میں مشابہت یا یکسانیت کی بنیاد پر دو زبانوں پر ایک زبان ہونے کی بات کلی طور پر غلط ہے۔ ماہر زبان کے لئے

ضروری ہے کہ وہ ادبی اسالیب اور شعری نزاکتوں اور رسم الخط کو فراموش نہ کرے۔"(4)

عبدالستار دلوی نے اردو اور ہندی کی الگ الگ حیثیتوں کی وضاحت دلائل سے کی ہے گیان چند اپنی کتاب میں ہندی زبان کو اردو زبان پر فوقیت دیتے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اور عبدالستار دلوی دلائل سے اردو زبان کی فوقیت کو ثابت کرتے ہیں:-

"قدامت کے اعتبار سے اردو کو اوّلیت حاصل ہے۔ جس کا صدیوں سے فطری تقاضوں کے تحت ارتقاء ہوا ہے۔ انگریز مستشرقین کے علاوہ سر تیج بہادر سپرو، ڈاکٹر تاراچند، پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی اور آخر میں ممتاز عالم اور ماہر لسانیات سینتی کمار چڑجی اور ہندی کے متعدد عالم اور محقق بھی اردو کو اصل زبان مانتے ہیں۔ ہندی، ہندوی، ریختہ، دکنی، گجری اور اردو ایک ہی زبان کے مترادفات کے طور پر استعمال ہوتے رہے ہیں۔ غالب کے خطوط "اردوئے معلیٰ" اور "عود ہندی" اس کی مثال ہیں۔(5)

جین نے اردو کی مخالفت میں ابتدائی تاریخی حقائق کو مسخ کر کے بیان کیا ہے۔ اور حقیقی مواد کو نظر انداز کیا ہے۔ جبکہ دلوی نے اس کے مقابلے میں تاریخی حقائق کی روشنی میں درست ثابت کیا ہے۔

جین مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں کہ بارہ پندرہ فیصد مسلمانوں نے جارحانہ انداز سے ہندی کو نظر انداز کیا ہے۔ دلوی نے اس بات کو دلیل سے ثابت کیا ہے:۔

"1840ء سے پہلے ہندی الگ زبان نہیں تھی بلکہ جو پورے ملک میں رابطہ عامہ کی زبان تھی وہ اردو تھی۔ جس کا مختلف ناموں سے ذکر ملتا ہے۔ اردو، ہندی، ریختہ، اور یا ہندی اردو۔"(6)

مرزا خلیل بیگ بھی ہندی کو اردو سے بہت بعد کی پیداوار گردانتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب ایک بھاشا جو مسترد کر دی گئی میں لکھتے ہیں:۔

"کھڑی بولی ہندی اُس وقت وجود میں آئی جب انیسویں صدی کی آمد آمد تھی۔ 1800ء میں کلکتے میں فورٹ ولیم کالج قائم ہوا اور اس کے ایک عہدے دار گل کرسٹ کی ہدایت پر وہاں کے بھاکا فنشی للولال نے اردو کو، جو پہلے سے سارے ہندوستان میں جاری و ساری تھی بنیاد بنا کر اور اس میں سے عربی فارسی الفاظ کو نکال کر اور ان کی جگہ پر سنسکرت کے الفاظ رکھ کر دیوناگری رسم خط میں لکھی جانے والی ایک نئی زبان اختراع کی۔ یہی زبان کھڑی بولی کہلائی۔"(7)

تیسرے باب میں دلوی نے ہندی اور اردو کے درمیان صوتی، لفظی اور صرفی امتیازات کو واضح کیا ہے:۔

"اردو اور ہندی میں توضیحی لسانیات کے اعتبار سے مماثلت ہونے کے باوجود ان دونوں میں صوتی، لفظی اور صرف امتیازات ہیں۔ اسی طرح سماجی لسانیات اسلوبیات اور لسانی جمالیات کے اعتبار سے یہ دونوں الگ الگ دو زبانیں ہیں۔(8)

اردو زبان میں اظہار کی قوت صرفی خصوصیات کی وجہ سے بڑھ گئی ہے اس سے اردو زبان ہندی کے مقابلے میں ممیز ہو جاتی ہے۔ زبان میں شگفتگی اور شائستگی، شعریت کی فراوانی، عربی و فارسی صوتیات اور ذخیرہ الفاظ سے آتی ہے۔ اردو کی شعری اسلوبیات اور نثری آہنگ کی وجہ بھی یہی لسانی خصوصیات ہیں۔

اسی باب میں عبدالستار دلوی دوسری زبانوں سے الفاظ کے لین دین کی اہمیت کا ذکر بھی کرتے ہیں۔اور خالصیت پسندی کے بُرے اثرات کا بھی ذکر کرتے ہیں۔اس کی مثال یوں دیتے ہیں۔

" کہ بال گنگادھر تلک کے زمانے میں مراٹھی سے عربی فارسی الفاظ نکالنے اور ان کی جگہ سنسکرت الفاظ استعمال کرنے کی ایک تحریک شروع ہوئی اس وقت یہ معلوم ہوا کہ اس منفی تحریک سے مراٹھی کی روح اور طاقت کمزور ہو رہی ہے۔ لہذا پھر تحریک روک دی گئی۔ مراٹھی کے قدیم ادب میں "بکھر" نام کا ادب بھی شامل ہے۔ یہ وقائع نویسی ہے۔ بکھر "خبر" کی تقلیب ہے۔ یہ صنفِ ادب نیم فارسی ہے اگر مراٹھی دان حضرات کو بکھر ادب کا مطالعہ کرنا ہو تو فارسی سے واقفیت ضروری ہے۔" (9)

جین اردو والوں پر ایک الزام یہ بھی لگاتے ہیں کہ دوسری زبانوں کے لکھنے والوں کے مقابلے میں اردو والوں کے ادب میں زیادہ رنگ عرب اور عجم کا ہے۔ دلوی اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ اردو اس گلستان کی مانند ہے جس میں گلہائے رنگا رنگ ملتے ہیں لیکن وہ سب گل ہندوستان کی سرزمین میں پیوست ہو جاتے ہیں۔اردو پر عرب اور عجم کی بجائے لسانی اور ثقافتی اعتبار سے ہندوستان کی مخلوط ثقافت جس کو گنگا جمنی تہذیب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس کا زیادہ گہرا اثر ہے۔

گیان چند جین کی مشہور زمانہ کتاب "تحقیق کا فن" تحقیق کے بنیادی اصولوں کو پیش کرتی ہے۔ یہ ان کا بڑا کارنامہ بھی ہے۔ دلوی کہتے ہیں کہ "ایک بھاشا دو لکھاوٹ دو ادب" لکھتے وقت گیان چند نے خود ہی اپنے طے کردہ اصول توڑ دیئے اور تعصب کا شکار ہو گئے۔

اس کتاب کے چوتھے باب "زبان اور بولی کے رشتے اور مسائل" میں دلوی نے لسانیات کے زاویہ سے جین کے اعتراضات کے جواب میں اپنا خیال پیش کیا ہے۔ دلوی کہتے ہیں کہ جین نے اپنے مطالعہ میں زبانوں کی ترویج اور ترقی میں تہذیبی افق کو نظرانداز کیا ہے۔ اور غلط نتائج اخذ کئے ہیں۔ دلوی رقمطراز ہیں:۔

"زبان و ادب کے عام طالب علم کے لئے توضیحی لسانیات کے بعد سماجی لسانیات، بشری لسانیات، اسلوبیاتی شعری لسانیات کا مطالعہ ضروری ہے۔ یہ ایک کل کے مختلف اجزاء ہیں۔ ایک جز پکڑ کر کل کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایسا کیا گیا تو اندھے اور ہاتھی کی کہانی کے مصداق ہو گا۔ گیان چند جین کا اردو اور ہندی کا مطالعہ اسی نوعیت کا ہے۔"(10)

اپنی کتاب کے پانچویں باب "تاریخ، فرقہ واریت اور گیان چند" میں عبدالستار دلوی لکھتے ہیں کہ "ہندوستان کے موجودہ سیاسی منظر نامہ میں منفی باتوں کی تشہیر سے زیادہ مثبت باتوں اور واقعات کی پیش کش اور تشہیر ضروری ہے تاکہ سیاسی، سماجی اور لسانی آہنگی پیدا ہو اور فسطائی طاقتوں کو روکا جا سکے۔"(11)

اردو کے نامور محقق گیان چند کی تصنیف "ایک بھاشا دو لکھاوٹ دو ادب" اسی طرح کی ایک منفی تصنیف ہے۔ جس میں پہلے سے ایک نتیجہ اخذ کرنے کے بعد اُسے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے:۔

"گیان چند جین نے اپنی کتاب کے دسویں باب ہندی اور اردو کا تنازع اور فرقہ وارانہ سیاست" میں دل کھول کر اپنی فرقہ وارانہ ذہنیت کا

مظاہرہ کیا ہے۔اس میں وہ حقائق سے کم قیاس آرائیوں سے زیادہ کام لیتے ہیں۔"(12)
گیان چند اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔
"محمود غزنوی جیسے شخص کا سومناتھ کی مورتی کو توڑنا اور مندر کو لوٹنا! اس نے صدیوں تک ہندوؤں پر تلخ اثرات چھوڑے ہوں گے۔"اسلامی سلطنتوں کا دور فاتح اور مفتوح میں ذہنی اور جذباتی فاصلے کا دور رہا ہوگا۔"(13)
گیان چند نے اسی طرح کی بے سروپا باتوں سے اس باب کا پیٹ بھرا ہے۔ان تمام باتوں کو تاریخ نے جھٹلایا ہے۔جین خود کو سیکولر کہتے رہے ہیں۔لیکن ان کی کتاب یہ ظاہر کرتی ہے کہ سیکولرازم ان کے سائے سے بھی دور بھاگتا ہے۔
دلوی نے اپنی کتاب کے ساتویں باب میں "فارسی اور سنسکرت سے اردو کا لسانی اور ادبی رشتہ "پر تفصیل سے لکھا ہے اور تمام تاریخی شواہد پیش کیے ہیں۔
اردو زبان سے تعلق رکھنے والے بڑے بڑے ماہر لسانیات اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اردو زبان فارسی اور علاقائی اپ بھرنشاؤں کے رابطے سے پیدا ہوئی ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ بیرونی حملہ آوروں کے ساتھ جب فارسی زبان ہندوستان آئی تو شمالی ہندوستان میں قدیم سنسکرت اور بعد میں پراکرتوں کے زوال کے بعد اپ بھرنشائیں پیدا ہونے لگیں۔ہندوستان کے لسانی منظر نامے پر اپ بھرنشاؤں کا وجود اور ان کے ساتھ فارسی کا ورود ایک لسانی سنگم کی شکل اختیار کرتا ہے۔
کھڑی بولی اسی سنگم یا زبانوں کے باہمی رابطہ کا نتیجہ ہے۔ مگر گیان چند جین اس نظریہ کے قائل نہیں ہیں۔جو حقیقت پر مبنی ہے۔وہ استہزائیہ انداز میں لکھتے ہیں اور اسی پر اصرار کرتے ہیں۔کہ زبانوں کے ارتقاء میں دو زبانوں کے رابطہ سے تیسری زبان کے جنم لینے کا تصور غلط ہے۔ دلوی وضاحت کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ جین کے فرمودات درست ہوں لیکن جب ہم ماہرین کی کتب سے رجوع کرتے ہیں تو تصویر کچھ بدلی ہوئی نظر آتی ہے۔
دلوی کی کتاب کا آٹھواں باب "ایک زبان اور دو رسم الخط اردو ہندی کے پسِ منظر میں" کے عنوان سے ہے۔
یہ باب زبان کے حوالے سے بنیادی معلومات فراہم کرتا ہے اور دلائل سے دلوی نے ثابت کیا ہے کہ جین کی کتاب کا پسِ منظر علمی نہیں ہے۔بلکہ فاشسٹ اور سیاسی ہے۔
جین نے شاہ ولی اللہ اور شیخ احمد سرہندی کی اصلاحی تحریکوں پر بھی تنقید کی ہے جو درست نہیں ہے۔اور ان قائدین کی تعلیمات سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ عبدالستار دلوی اس حوالے سے اطہر عباس رضوی کی کتابوں کا ذکر کرتے ہیں جو جین کے ماخذ ہیں اور معروضیت سے خالی ہیں۔ اگر اس سلسلے میں جین اسرائیلی سکالر یوحنان فرائڈ مین کی تالیف شیخ احمد سرہندی اور ڈچ سکالر بالجون کی شاہ ولی اللہ دہلوی پر تالیف کا مطالعہ کرتے تو ایسے خیالات کا ہرگز اظہار نہ کرتے۔ان دونوں بزرگوں کی تحریکوں کا مقصد مسلم معاشرے میں اسلام کا احیا کرنا اور مسلمانوں کو صحیح اسلامی شعائر سے روشناس کرانا تھا۔

جین نے معاصر لٹریچر کا مطالعہ کیا ہی نہیں اور نہ ہی یہ ان کے بس کی بات تھی۔ عبدالستار دلوی واضح کرتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ کثیر التصانیف تھے دونوں مابعد الطبیعاتی فلسفے کے عالم تھے۔دونوں کے نقطہ نظر میں آفاقیت ہے۔فرقہ وارانہ تعصب نہیں ہے۔

گیان چند جین اپنی کتاب کے "ختم کلام اور ضمیمہ" میں لکھتے ہیں:۔

"میرا کام اردو ہندی کا موازنہ کرنا نہیں ہے صرف اپنی ذاتی پسند بیان کرتا ہوں مجھے ہندی سے اردو بہتر لگتی ہے۔"(14)

دلوی اس بات کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ساری کتاب میں اردو زبان کے خلاف زہر اگلنے کے بعد اگر جین صاحب کے اس بیان کو قبول کر لیا جائے تو پھر یہ کتاب بے معنی قرار پاتی ہے۔ان کا یہ بیان شدید احساس گناہ ہے یا ان کی منتشر خیالی ہے۔

دلوی لکھتے ہیں کہ گیان چند نے لکھا ہے۔

"کہ وہ اردو ہندی کا موازنہ نہیں کر رہے ہیں"

اگر یہ سچ ہے تو پھر یہ جملے کیا معنی رکھتے ہیں:۔

"ہندی کا مزاج وسعت کا ہے۔اور اردو کا مزاج تنگ نظری کا، ہندی اپنا دائرہ زیادہ سے زیادہ بڑھانا چاہتی ہے اور اردو اپنا دائرہ تنگ سے تنگ کرنا چاہتی ہے۔"(15)

اپنی کتاب کے آخر میں دلوی جین کی اردو تحقیق کے میدان میں امتیازی حیثیت کو مانتے ہوئے ان کی اردو زبان وادب کے سلسلے میں خدمات کو سراہتے ہیں۔ کہ جین نے اپنی اردو تحقیقی کتب کے ذریعے اردو ادب کی بہت خدمت کی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ وہ اس دکھ کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ اردو والوں نے جین صاحب کو بے پناہ عزت واحترام، محبت وعقیدت سے نوازا انہوں نے انعام واکرام بھی وصول کئے ہر ذی شعور اس دشمنی کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

دلوی کی یہ کتاب تحقیق کے میدان میں گراں قدر اضافہ کا باعث ہے۔اس کتاب میں انہوں نے تحقیق کے اعلیٰ معیار کو قائم رکھا ہے ان کے مدلل جواب انہیں کا خاصہ ہیں۔ جین صاحب اردو کے علماء وفضلاء میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ مگر انہوں نے خود ہی منافقت کا لبادہ اتار دیا اور اردو دشمنی کا کھل کر ایسا مظاہرہ کیا کہ سب انگشت بدنداں رہ گئے لیکن دلوی کی یہ کتاب، **"دوزبانیں دوادب"** ہر لحاظ سے لائقِ تحسین ہے۔

حوالہ جات

1۔عبدالستار دلوی، دوزبانیں دوادب، (اردو ہندی کے تناظر میں) بمبئی: دائرۃالاداب، فروری، 2007۔ص۔18

2۔اطہر رضوی ,چہرے، باتیں، یادیں، لوگ، کراچی: کتاب مارکیٹ اردو بازار جنوری 2008 ص 160

3۔پروفیسر اقتدار حسین صدیقی، دوزبانیں، دوادب,(اردو ہندی تناظر میں)، اعظم گڑھ: معارف، مارچ 2009، ص 226

4۔عبدالستار دلوی، دوزبانیں دوادب، (اردو ہندی کے تناظر میں)، ص 19

5۔عبدالستار دلوی، دوزبانیں دوادب، (اردو ہندی کے تناظر میں)، ص 17

6۔عبدالستار دلوی، دوزبانیں دوادب، (اردو ہندی کے تناظر میں)، ص 72

7۔ خلیل احمد بیگ "ایک بھاشا۔جو مسترد کردی گئی۔ علی گڑھ ایجو کیشنل بک ہاؤس 2007ص52۔

8۔ عبدالستار دلوی، دوزبانیں دوادب، (اردو ہندی کے تناظر میں)، ص17

9۔ عبدالستار دلوی، دوزبانیں دوادب، (اردو ہندی کے تناظر میں)، ص95،94

10۔ عبدالستار دلوی، دوزبانیں دوادب، (اردو ہندی کے تناظر میں)، ص126

11۔ عبدالستار دلوی، دوزبانیں دوادب، (اردو ہندی کے تناظر میں)، ص150

12۔ عبدالستار دلوی، دوزبانیں دوادب، (اردو ہندی کے تناظر میں)، ص173

13۔ گیان چند جین ایک بھاشا دو لکھاوٹ دوادب، دہلی: ایجو کیشنل پبلشنگ ہاؤس 2005، ص155

14۔ گیان چند جین ایک بھاشا دو لکھاوٹ دوادب، دہلی: ایجو کیشنل پبلشنگ ہاؤس 2005، ص282

15۔ عبدالستار دلوی، دوزبانیں دوادب، (اردو ہندی کے تناظر میں)، ص212

References

1. Abdul Sattar Dilvi, Do Zubanein Do Adab (Urdu Hindi Tanazir mein), Bombay: Daira-ul-Adab, February 2007, Page 18.
2. Athar Rizvi, Chahray, Batein, Yadein, Log, Karachi :Book Market, Urdu Bazaar, January 2008, Page 160
3. Iqtdar Hussain Siddiqui,Prof., Do Zubanein Do Adab (Urdu Hindi Tanazir mein), Azam Garh: Maarif, March 2009, p.226
4. Abdul Sattar Dilvi, Do Zubanein Do Adab (Urdu Hindi Tanazir mein), p.19
5. Ibid, p.17
6. Ibid, P. 72
7. Khalil Ahmed Baig, "A Bhasha Jo mustrid kar di gai" Aligarh: Educational Book House, 2007, p. 52.
8. Abdul Sattar Dilvi, Do Zubanein Do Adab (Urdu Hindi Tanazir mein), p.17
9 Ibid, p.94, 95
10 Ibid,P 126
11. Ibid,P 150
12 Ibid,p.173
13 Gyan Chand Jain, Ek Bhasha Du lkhawat Do adab, Dehli: Educational Publishing House, 2005, p.155
14. Ibid, p.282
15. Abdul Sattar Dilvi, Do Zubanein Do Adab (Urdu Hindi Tanazir mein),P.212